شاہ ولی اللہؒ کا روحانی مقام و مرتبہ

(شاہ صاحبؒ کی مصنفات روشنی میں)

سعید احمد*

محمد اعجاز**

خلاقِ عالم نے جب گلشن ہستی سجایا تو اس کا گلِ سر سبد حضرت انسان کو بنایا یہی وجہ ہے کہ ملائکہ نے اس کی عظمت و رفعت کے سامنے اظہارِ عجز بصورتِ سجدہ کیا۔اور جہاں اس کے وجود میں کائنات کے ظاہری حسن کی ساری رعنائیاں بھر دیں وہاں ملکوتیت و روحانیت کے سارے جلوے بھی اس کے دلِ بے قرار میں انڈیل دیے چونکہ انسان جسم اور روح کا مرکب ہے۔ جسم خاک سے بنا ہے اس لیے اس کے سارے تقاضے بھی زمین سے پورے کرنے کا اہتمام فرمایا۔روح چونکہ امرِ ربی ہے اس لیے اس کی ضروریات کی تکمیل کے لیے انبیاء و رسل علیہم السلام کا سلسلہ شروع فرمایا جو نبی رحمت ﷺ پر تکمیل پذیر ہوا، پھر اس کے بعد آپ ﷺ کے نائبین علماء اور صوفیاء کی صورت میں روح کی سیرابی کا فریضہ بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے۔تصوف ،تذکیہ ،احسان اور روحانیت ایک ہی نظام کے مختلف نام ہیں۔مختلف سلاسلِ تصوف : سلسلہ قادریہ ،سلسلہ نقشبندیہ، سلسلہ سہروردیہ، سلسلہ چشتیہ وغیرھا اسی نظام کے اظہار کے مختلف مظاہر ہیں۔ جہاں روح کی تشنگی کی سیرابی کا اپنا اپنا اسلوب کارفرما ہے۔ تشنہ کام اپنی حالت و کیفیت کے مطابق ان سے بقدرِ ظرف شرابِ معرفت و حقیقت کے جام سے شاد کام ہوتا ہے۔

روحانیت نہ تو الفاظ کے پیچ و خم میں الجھی ہوئی کوئی گتھی سلجھانے کا نام ہے اور نہ اصطلاحات کی گہرائیوں میں غواصی کرنے کا،روحانیت نہ تو سطح آب پر پاؤں رکھ کے دوسرے کنارے پر پہنچ جانے کو کہتے ہیں اور نہ ہی ہوا کے دوش پر محوِ پرواز ہونے کو،روحانیت یہ بھی نہیں کہ آپ دہکتے کوئلوں پر بغیر کسی پریشانی کے ایستادہ رہیں اور ہی روحانیت یہ ہے کہ آپ چشم زدن میں ملکوں ملکوں گھوم آئیں ،روحانیت جن ، بھوت یا پری کو مسخر کر لینے کا نام

* اسسٹنٹ پروفیسر ،لاہور گریژن یونیورسٹی،ڈی۔ایچ۔اے،لاہور، پاکستان۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر ، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی،لاہور، پاکستان۔

بھی ہر گز نہیں اور نہ لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے کسی دوسری قسم کی شعبدہ بازی کو کہتے ہیں، لوگوں کے دلوں کی باتیں جان لینا، پوشیدہ احوال سے آگاہ ہو جانا، ہاتھ پھیر کر کسی کو شفا بخش دینا، احوال قبور سے شناسائی حاصل کر لینا، محبوب کو قدموں میں لے آنا کاٹ پلٹ کے ماہر بن جانا، روحانی ہونے کی ہر گز دلیل نہیں۔

روحانیت تو خواہشات نفسانی کو تیاگ دینے کا نام ہے، روحانیت تو اعتدال عناصر کی کیفیت میں پختگی کو کہتے ہیں، روحانیت تو یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی محبت تمام محبتوں پر غلبہ حاصل کر لے، اس کی چاہت ہی اپنی چاہت بن جائے، اس کی رضا میں راضی رہنے کا ڈھنگ آجائے، اس کی اطاعت شعاری مقصد حیات بن جائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ علم کی شمع فروزاں میں عمل کے جادہ مستقیم پر گامزن رہا جائے، علم کے ہاتھ میں عمل کی تلوار ہو جو ماسوی اللہ کو قطع کرتی جائے اور انسان ایک فرمانبردار غلام کی طرح اپنے مالک حقیقی کے احکام کو ملحوظ خاطر رکھے۔علامہ رازی فرماتے ہیں:

اما الروحا نية فاثنان:تكميل القوة النظرية بالعلم و تكميل القوة العملية بالاخلاق الفاضلة(۱)

روحانیت دو چیزیں ہیں ایک تو علم کے ذریعے قوت نظریہ کی تکمیل اور اخلاق فاضلہ کے ذریعے قوت عملیہ کی تکمیل۔چنانچہ یہ بات طے ہے کہ علم اور عمل دونوں مل کر شجرِ روحانیت کی آبیاری کرتے ہیں، اسی طرح اس کی تکمیل بھی ہوتی ہے اور تحسین کارستہ بھی یہی ہے، احوال ظاہرہ کی تصحیح کا انحصار بھی انہی پر ہے اور احوال باطنہ کی تہذیب کا تعلق بھی اسی کے ساتھ ہے۔امام دار الہجرہ حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں:

من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق(۲)

علم و عمل کی بھٹی جسے کندن بنا ڈالتی ہے اسے روحانی کہتے ہیں، اس بھٹی کو آپ تصوف کہہ لیں یا تزکیہ و تصفیہ، اسے احسان کا نام دے لیں یا طریقت و حقیقت کا، بعد ازاں اس کے اثرات بھی ظاہر ہوتے ہیں، پھر کرامات کا ظہور بھی ممکن ہو جاتا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسے اپنی صفات کا فیض فرماتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے:

وما تقرب الى عبدى بشىء احب الى مماافترضت عليه وما يزال عبدى يتقرب الى بالنوافل حتى احبه فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به و بصره الذى يبصر به ويده التى يبطش بها و رجله التى يمشى بها وان سالنى لاعطينه و لئن استعاذنى لاعيذنه (۳)

شاہ ولی اللہ (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) ایک فقیہ، محدث، مجتہد، مفسّر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم ربانی اور صوفی کامل بھی تھے۔ دین و ملت سے محبت آپ کو اپنے والدِ گرامی سے نصیب ہوئی تھی۔ شاہ صاحب کے زمانے میں جہاں مسلمان سیاسی زوال کا شکار تھے، وہاں دینی اور روحانی سلسلے بھی روبہ تنزل تھے۔ اربابِ شریعت اور اہلِ تصوف میں بیگانگی کی حد تک بُعد بڑھ چکا تھا۔ صوفیاء اگر وحدت الوجود میں گم، روحانی اور باطنی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھے ہوئے تھے تو علماء کو بھی صوفیاء سے بدگمانیاں تھیں اور وہ اپنے تئیں انھیں صراطِ مستقیم سے ہٹا ہوا پاتے تھے۔ مزید برآں فقہی و مسلکی جمود اور شدت پسندی بھی عام تھی۔ چونکہ شاہ صاحب دلِ دردمند کے مالک ایک صاحبِ فراست مجتہد اور مسلم مصلح (Reformer) تھے اس لیے وہ ہر لحہ ملتِ اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے بارے میں متفکر تھے۔ اسی دوران انھیں حج بیت اللہ اور بارگاہِ رسالت میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے تاکہ رحمۃ للعالمین آقاﷺ سے فیوض و برکات کا حصول ممکن ہوسکے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انھیں اس دور کے حالات کے تناظر میں سفرِ حرمین کے ارادہ سے رجوع کرنے کی گذارش کی جاتی ہے تو وہ انکار کر دیتے ہیں اور اپنا سفر جاری رکھنے کا عزم دہراتے ہیں۔ اس مبارک سفر میں ان پر کیا انعامات اور نوازشات ہونے والے تھے؟ آپ نے اپنے ایک عزیز شاہ اہل اللہ پھلتی کو مکتوب لکھا، جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:

برادرِ ارجمند میاں اہل اللہ سلمہٗ اللہ تعالیٰ

فقیر ولی اللہ کی طرف سے سلام مسنون کے بعد مطالعہ کریں۔ صحیفۂ شریفہ پہنچا اور حقیقت مرقومہ واضح ہوئی۔ فقیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے کہ ادائے حج اور زیارتِ قبر رسولﷺ کرے اور حضرت رحمۃ للعالمینﷺ کی طرف سے فیوض حاصل کرنے کی شکل پیدا ہو۔ حضرت مرحوم (شاہ عبدالرحیم دہلوی) کا پہنایا ہوا لباس تھوڑے عرصہ کے لیے ہم نے اپنے جسم سے جدا کردیا ہے۔ ہمارے نزدیک انسانوں کی اطاعت کے مقابلے میں حضرت حق تعالیٰ کا حکم اولیٰ و اعلیٰ ہے۔ ہمارے ذہن میں من جانب اللہ یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ بڑے بڑے (روحانی) میدانوں کی تمام ہمتیں تمھاری حفاظت اور تائید میں مصروف ہیں اور (سفر حج و زیارت کے) آنے جانے میں حضرت حق سبحانہ کی عنایت تمھارے شاملِ حال ہے۔ اس حکم اور علمِ یقین کے بعد انتہائی محرومی کی بات ہوگی کہ چند بے توقیر جاہلوں کے کہنے سے کہ جن کی بصیرت کی آنکھ ابھی تک نہیں کھلی ہے ہم (سفر حج کے ارادہ سے) باز رہیں۔

لباس ولایت جس کو اولیاء کی نیابت میں "عن فلان عن فلان" کے طور پر میں نے پہنا تھا، تھوڑے دنوں کے

لیے اس تمام لباس کو اپنے وجود سے اُتار کر میں نے تم پر ڈال دیا ہے اور خود بے لباس ہو گیا ہوں۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ ایک لباسِ خاص کہ وہ مظہریتِ نور محمدی ﷺ ہے، اس زمانے میں (قضا و قدر) مجھے پہنائیں۔ اسی شوق میں ہم کشاں کشاں جا رہے ہیں اور اُمید رکھتے ہیں کہ جہاں کہیں ہم جائیں گے حضرت حق تعالیٰ اس سے زیادہ (نعمت) عطا فرمائیں گے۔ خوش خوش رہو اور دل میں کسی کدورت کو جگہ نہ دو—الخ" (۴)

ایک اور مکتوب میں، جو شاہ صاحب نے حرمین شریفین کے سفر کے دوران تحریر کیا تھا، شاہ اہل اللہ پھلتی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ہم نے دہلی سے اپنا سر اُس وقت تک نہیں نکالا، جب تک ہم نے یقینی طور پر یہ بات معلوم نہ کر لی کہ حضرت حق تعالیٰ (سفرِ حج و زیارت کے) جانے آنے میں پوری پوری آسانی اور آسودگی شاملِ حال کرے گا اور اس بات کو یقین کے ساتھ جان لینا بار بار کے الہام اور مسلسل ذوق و شوق کے ذریعے حاصل ہوا تھا اور مجھے یہ بھی الہام ہوا ہے کہ یہ سفر جانے اور آنے میں بہت کامیاب رہے گا۔ میں نہیں جانتا کہ (اس سفر میں) اللہ کی نشانیوں میں سے کس قسم کے فوائد حاصل ہوں گے، لیکن حضرت حق سبحانہ نے یقین دلایا ہے کہ (اس میں) بہت سے ظاہری و باطنی فائدے نصیب ہوں گے۔ اس کے بعد طولِ سفر کی وجہ سے توقف کرنا اور قلتِ زادِ راہ کی وجہ سے ڈرنا محض بزدلی اور کم ہمتی ہے۔" (۵)

شاہ صاحب کے علمی، فکری اور سیاسی کارناموں کے حوالے سے بہت کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے بلکہ شاہ صاحب کے نام سے ادارے معرضِ وجود میں آ رہے ہیں لیکن شاہ صاحب کے روحانی مقام و مرتبہ کے حوالے سے بہت کم قلم اُٹھایا گیا ہے۔ ذیل میں شاہ صاحب کے روحانی مقام و مرتبہ کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

الف۔ شاہ صاحب کو قطبیت، مجددیت اور اویسیت عطا کی گئی

شاہ صاحب کو متعدد انعامات و فیوضیاتِ الٰہیہ سے نوازا گیا اور ہر سعادت میں سے قابلِ ذکر نصیبہ عطا فرمایا۔ خصوصی طور پر خلافتِ باطنہ کی نعمت ارزانی فرمائی۔ شاہ صاحب نے فیوض الحرمین کے چھتیسویں مشاہدے میں اہل اللہ کے دو طبقے ذکر کیے ہیں، کشفِ الٰہی والے اور کشفِ کونی والے۔ جہاں تک کشفِ الٰہی والے طبقے کا تعلق ہے تو یہ ملاءِ اعلیٰ کے جن خزانوں اور سرچشموں سے فیوض نازل ہوتے ہیں، ان پر یہ خزانے اور سرچشمے منکشف ہو جاتے ہیں جب کہ کشفِ کونی والے، ہر وقوع پذیر ہونے والے واقعہ کو خواب یا ہاتف کی

طرح جان لیتے ہیں جب کہ انھیں ملاء اعلیٰ کے خزانوں اور سرچشموں کا علم نہیں ہو پاتا۔ ان پر منکشف ہونے والے اُمور کی تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے، ان کا ہونے والے واقعہ کی حقیقت تک پہنچنا "قتاد" جیسے خارزار درخت کو رندنے سے بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح شاہ صاحب نے خلافت کی بھی دو قسمیں؛ ظاہرہ اور باطنی، بیان کی ہیں۔ دین و شریعت کے معلّمین، متکلمین، واعظ و خطیب، نمازی، حاجی، مشائخ صوفیاء اور صاحبانِ احسان کو اصحابِ خلافتِ باطنہ قرار دیا ہے جب کہ اُمورِ مملکت کی تدبیر کرنے والے خلافتِ ظاہرہ والے ہیں۔ خلافتِ ظاہرہ ہو یا باطنہ، دونوں نبی رحمت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی محتاج ہیں نیز خلیفہ ظاہر اور خلیفۂ باطن میں یہ فرق بھی ہے کہ اگر ایک سے زیادہ بھی خلیفۂ باطن ہوں تو اُن میں باہم نزاع کی نوبت نہیں آتی جب کہ خلفائے ظاہر کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ مزید برآں خلیفۂ باطن کے لیے ضروری ہے کہ وہ وسعتِ علمی کے ساتھ ساتھ گفتگو میں بھی قادر الکلام ہو۔ شاہ صاحب اپنے اوپر ہونے والی نوازشاتِ الٰہیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اطلعني الله سبحانه علي ما هو فاعل بي و مانح لي من النعم الظاهرة والباطنة و أعطاني العصمة من المواخذة دنيا و آخرة فكلّ ما تجري علي من الشدائد فإنما هو من مقتضيات الطبيعة لا من باب المؤاخذة من علي بهذان أخبرني بأنه شيء قل ما منح به لأوليائه و أعطاني برد العيش و جعلني لي من كل سعادة نصيباً معتدّا به و كساني خلعة الخلافة الباطنة فظهر هذا السر دفعة و بهر عقلي ثم انفسر علي بعد ففهمت الأمر علي ما هو عليه''(٦)

"اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مجھے مطلع فرمایا کہ وہ میرے ساتھ کیا کرنے والا ہے اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں میں سے کون کون سی نعمت مجھے عطا فرمانے والا ہے اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا اور آخرت دونوں کے مواخذے سے مامون فرمادیا چنانچہ اب اس زندگی میں مجھے جن شدائد و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کو خود میری طبیعت کا تقاضا سمجھیے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ احسان فرمایا اور ساتھ یہ بھی بتادیا کہ جو کچھ مجھے عطا کیا گیا ہے، یہ ایسی نعمت ہے کہ اولیا میں سے کم افراد کو میسر آتی ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اطمینان بخش زندگی سے نوازا ہے اور اس نے ہر سعادت سے مجھے قابل ذکر نصیبہ و حصہ عطا فرمایا ہے۔ مزید برآں اُس نے مجھے خلافتِ باطنی کی خلعت عطا فرمائی۔ پس جب راز اچانک مجھ پر منکشف ہوا تو حیرت میں پڑ گیا لیکن اس کے بعد یہ راز کھل کر میرے سامنے آگیا تو پھر میں اس معاملے کی حقیقت کو سمجھا۔"

شاہ صاحب کو قطبیت، مجددیت اور وصایت کیسے عطا کی گئیں؟ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

رايته عليه الصلوٰة والسلام لا بسا لباس العظموت والتشبه بالجبروت و له رقائق كثيرة بحسب تعدد كما لاته و توجهه الناس إليه باستعداد اتهم و أمدني تفصيله المجددية والوصاية والقطبية الإرشادية و أعطاني قبولا و جعلني إماماً و صوب طريقتي و مذهبي اصلاً و فرعاً لا لجميع الناس بل الناس مخصوصين فطرتهم فطرة التحقيق بشرط أن لا يكون سبباً للاختلاف والتقاتل فهذه النكتة يجب أن يئبه بها كل من أخذ مذهبنا اصلا و فرعا و طريقتنا سلوكا''(۷)

''اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو عظموت کے لباس میں ملبوس دیکھا جو جبروت کے مشابہ تھا۸اور آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس بہت سی لطافتوں کی حامل ہے اور یہ لطافتیں ایک تو خود آپ ﷺ کے ذاتی کمالات میں سے ہیں اور دوسرے جو مختلف لوگ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، تو ان کی استعدادوں کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ میں یہ لطافتیں موجود ہیں۔ اس مجلس میں آپ ﷺ نے مجھے اپنی اجمالی مدد سے سرفراز فرمایا، جو مقامِ مجددیت، وصایت اور قطبیت ارشادیہ سے عبارت تھی (یعنی مجھے ان مناصب سے نوازا) اور مجھے مقامِ قبولیت عطا فرمایا اور مجھے امامت کے شرف سے بھی بہرہ ور فرمایا۔ نیز تصوف و فقہ میں میرے طریق اور مذہب ہر دو کی اصل اور فرع کی اعتبار سے تصویب فرمائی لیکن یہ مقام سب لوگوں کی بجائے اُن مخصوص افراد کو عطا ہوتا ہے جن کی فطرت میں تحقیق رچی بسی ہوتی ہے بشرطیکہ یہ طریقِ تصوف اور مذہبِ فقہ باہمی اختلاف اور آپس میں لڑائی جھگڑے کا باعث نہ بنے۔ پس جو شخص بھی اصل و فرع کے اعتبار سے ہمارا فقہی مذہب اور سلوک کے اعتبار سے ہمارا طریقِ تصوف اختیار کرے، اُس پر واجب ہے کہ مندرجہ بالا نکتہ کو لحاظ رکھے۔''

شاہ صاحب ''قطبیت ارشادیت'' کی نعمت کے ملنے اور اُس کی وسعت و تاثیر کے حوالے سے اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رأيت و أنا اطوف بالبيت العتيق لنفسي نوراً عظيماً يغشي الأقاليم و يبهر أهلها و فطنت أن القطبية أعني الإرشادية انما يصح بمثل هذا النور الذي يبهر ولا يبهر و يغلب ولا يغلب و إن من شيءٍ إلا ياتي عليه ولا يؤتي فتدبر''(۹)

"کعبۃ اللہ کے طواف کے دوران میں نے خود اپنا عظیم الشان نور دیکھا، جس نے تمام اقلیموں کو ڈھانپ لیا اور ان اقالیم میں رہنے والوں پر بھی وہ نور غالب آگیا اور اس سے میں سمجھ گیا کہ مجھے قطبیت یعنی قطبیت ارشادیت عطا کی گئی ہے اور یہ نورِ قطبیت ہے جس کا نور سب پر چھا گیا لیکن اُس پر کوئی روشنی غالب نہ آسکی اور یہ نورِ قطبیت، سب کو زیر کر لیتا ہے لیکن وہ خود کسی سے زیر نہیں ہوتا۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کو یہ اثر میں نہ لاسکے لیکن خود کسی چیز کے اثر میں نہیں آسکتا۔ پس اس میں غور و تدبر کرو۔"

ب۔ شاہ صاحب کو "قائم الزمان" بنایا گیا

شاہ صاحب کو جن فیوضات و برکات سے نوازا گیا اُس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کو "علم فاروقی" کا ایک حصہ عطا کیا گیا۔ آپ نے "کامل" کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو شخص بالمشافہ بارگاہِ رحمت سے استفادہ نہیں کرسکتا تو یہ کامل اس شخص کے لیے بارگاہِ رحمت سے استفادہ کرنے کا واسطہ بن جاتا ہے۔ کاملوں کی مثال دیتے ہوئے شاہ صاحب تحریر کرتے ہیں:

"و كان سيدنا عمر رضي الله عنه ممن استوجب عقله بعد معرفة ما يناسبه بخويصة نفسه أن يعرف اشياء من حالة الأمة فقال رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم منبها له علي هذه الحالة ((قد كان فيمن قبلكم محدثون))(١٠) الحديث و قال ((لو كان بعدي نبي لكان عمر))(١١) هذا و قد أتاني ربي من هذا الباب نصيباً"(١٢)

"اور سیدنا عمر ان کاملوں میں سے تھے چنانچہ آپ کی عقل میں یہ استعداد تھی کہ وہ اپنی صلاحیت کے مطابق جو کچھ بھی حاصل کر سکتی تھی، اُس کو حاصل کرنے کے بعد، وہ اُمت کی حالت سے متعلقہ معاملات کو بھی جانے اور پہچانے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضي اللہ عنہ کی اس فطری استعداد کے متعلق آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: "پچھلی اُمتوں میں محدث ہوتے تھے اس اُمت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں" اور اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمانِ نبوی ﷺ ہے: "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔" اب واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اس علم کا ایک حصہ عطا فرمایا ہے۔"

شاہ صاحب کو قیومیت زمانی عطا کی گئی۔ فیوض الحرمین کے چوالیسویں مشاہدہ میں فرماتے ہیں:

”رأيتني في المنام قائم الزمان اعني بذلك أن الله إذا اراد شيأً من نظام الخير جعلني كالجارحة لإتمام مراده“(۱۳)

”میں نے خواب میں اپنے آپ کو ”قائم الزمان“ دیکھا قائم الزمان سے میری مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے(اس دنیا میں) نظام خیر کو قائم کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے اپنے ارادے کی تکمیل کے لیے مجھے بطور ایک ذریعۂ کار کے مقرر فرمایا۔“

نیز آپ کو یہ احساس بھی عطا کیا گیا کہ آپ خلعت فاتحیت سے سرفراز ہیں اور ہر فاسد شیرازے کو توڑنے والے ہیں (۱۴) مزید برآں آپ سے اُمت میں خاص نوع کی شیرازہ بندی کا کام لیا جانا ہے۱۵شاہ صاحب نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کا بلاواسطہ شاگرد قرار دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا اویسی ۱۶ بھی قرار دیا ہے۔۱۷

ج۔ شاہ ولی اللہ کے چند مکاشفات

شاہ ولی اللہ صاحبِ کشف و الہام ولی کامل تھے۔ آپ نے حرمین شریفین میں قیام کے دوران ہونے والے مکاشفات والہامات کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ذیل میں چند اہم مکاشفات کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

شہداء بدر کی قبور کی زیارت کے دوران مشاہدہ

شاہ ولی اللہ نے روح کے متعلق بڑے اہم نکات اُٹھائے ہیں۔ ان کے نزدیک روح جب جسم سے جدا ہوتی ہے تو جہاں اس کی بہیمی قوت میں قدرے کمی آتی ہے وہاں اُس کی ملکی قوت اور ترقی کر جاتی ہے۔ نیز روح نے اس دنیا میں جو کمالات حاصل کیے تھے وہ بدن چھوڑنے کے بعد روح کے ساتھ مستقل طور پر ملحق ہو جاتے ہیں ان کمالات کی کئی قسمیں ہیں:

i. نورِ اعمال کا کمال

ii. نورِ رحمت کا کمال

iii. نورِ احوال کا کمال

نور اعمال اور نورِ رحمت کے کمالات کے ضمن میں شہدائے بدر کی قبور اور حضرت ابوذر غفاری کی قبر کی زیارت کے دوران ہونے والے مکاشفہ کو بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

لمازرت شهداء بدر رضي الله عنهم وقمت بحيال قبورهم سطعت الانوار من قبورهم إلينا دفعة في أول الأمر كمثل الانوار المحسوسة حتي ترددت أني أدركها بالحس أو ببصر الروح ثم تاملت فيها أي النور هي فوجدتها أنوار الرحمة ولمازرت القبر الذي ينسب إلي ابي ذر الغفاري رضي الله عنه بصفراء والله

أعلم بحقيقة الحال وجلست حياله و توجهت إلي روحه ظهرت لي كمثل هلال الثالثة فتاملته فيها فإذا نورها نور الأعمال و نور الرحمة جميعا إلا أن نور الرحمة أغلب و أظهر''(۱۸)

"یہ جان لو کہ جب میں نے شہدائے بدر کی زیارت کی اور اُن کی قبروں کے پاس کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ اُن کی قبور سے یکبارگی انوار روشن ہوئے اور وہ ہماری طرف بڑھے اور یہ انوار، محسوس کیے جانے والے انوار کی طرح تھے یہاں تک کہ میں اس میں فرق نہ کر سکا کہ آیا کہ ان انوار کو جسم کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں یا روح کی آنکھ سے؟ پھر میں نے ان انوار میں غور و تامل کیا تو میں نے انھیں انوارِ رحمت پایا اور (اسی طرح) جب مقامِ صفراء میں حضرت ابو ذر غفاری کی طرف منسوب قبر، حقیقت اللہ بہتر جانتا ہے، کی زیارت کی اور اُس کے پاس بیٹھا اور آپ کی روح کی طرف متوجہ ہوا تو میرے سامنے تیسری رات کے چاند کی طرف ظاہر ہوئی۔ جب میں نے اس میں غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ کی روح کا نور، نورِ اعمال اور نورِ رحمت دونوں کا جامع ہے لیکن نورِ رحمت، نورِ اعمال پر غالب ہے۔"

اسی طرح شاہ صاحب نے جب مکہ معظّمہ میں مولد النبی ﷺ کی ولادتِ مبارکہ والے دن زیارت کی تو بتاتے ہیں وہاں لوگ جمع تھے اور آپ ﷺ پر درود بھیج رہے تھے اور اُن خرقِ عادت واقعات و مشاہدات کا تذکرہ کر رہے تھے جو ولادتِ مبارکہ کے وقت بعثتِ مبارکہ سے پہلے وقوع پذیر ہوئے تھے تو آپ نے یکبارگی انوار روشن ہوتے دیکھے، جن کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ یہ جسم کی آنکھ سے دیکھے جا رہے ہیں یا روح کی آنکھ سے؟ پھر جب آپ نے ان انوار میں غور و تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انوار اُن فرشتوں کی وجہ سے نازل ہو رہے ہیں، جو اس قسم کے مقامات اور مجالس میں مامور ہوتے ہیں اور آپ نے یہ بھی ملاحظہ کیا فرشتوں کے انوار، انوارِ رحمت سے ملے ہوئے ہیں۔(۱۹)

نیز شاہ صاحب نے نورِ اعمال، نورِ رحمت اور نورِ احوال کے حوالے سے نہایت ایمان افروز وضاحتیں بھی فرمائیں ہیں۔۲۰

"كنت نبيا و أدم منجدل بين الماء والطين" کی حقیقت کا مشاہدہ

شاہ ولی اللہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ انھیں "کنت نبیاً و آدم منجدل بین الماء والطین" کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے تو انھیں اس کا مشاہدہ کرایا گیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''سألته صلي الله عليه وسلم عن معني قوله: ''كنت نبيا و أدم منجدل بين الماء والطين'' و ما كان هذا السؤال بلسان المقال ولا الإخطار بالبال بل ملأت روحي

شوقا و تروعا إلي هذا السرّ ثم ألصقتها بجنابه اشدّ ما أقدر فامتلأت منه بصورة مثالية فأراني صورته الكريمة المثالية بل أن يوجد في عالم الأجسام ثم أراني كيفية انتقاله إلي هذا العالم من عالم المثال و أراني أشباح الأنبيا المبعوثين و كيف أفيض عليهم النبوة من حضرة التدبير حذوما افيض عليه في عالم المثال من تلك الحضرة و أراني أشباح الأولياء و كيف يفاض عليهم العلوم والمعارف بعده فوضح لي الامر واستبان و وعيت عنه ما افاض علي من الصورة المثالية و فطنت بما اراد في تلك الإفاضة''(۲۱)

''میں نے نبی اکرم ﷺ سے آپ کے فرمان ''میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام کا خمیر پانی اور مٹی میں تیار ہو رہا تھا'' کی حقیقت دریافت کی۔ یہ سوال نہ تو زبان مقال سے تھا اور نہ ہی خیال کی صورت میں میرے دماغ میں آیا تھا بلکہ میری روح اس راز کو جاننے کے شوق اور اُس کی محبت میں سرشار ہو گئی۔ پھر میں نے اپنی روح کو حسبِ امکان آپ ﷺ کی بارگاہ کے قریب کر دیا۔ اس کی وجہ سے میری روح آپ ﷺ کی مثالی صورت سے بھر گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مجھے اپنی وہ مثالی صورت دکھائی، جو اس عالمِ اجسام میں جلوہ فرما ہونے سے پہلے، عالم مثال میں تھی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے عالمِ مثال سے اس عالم (اجسام) میں اپنے منتقل ہونے کی کیفیت بتائی اور اس طرح مجھے دوسرے انبیاء کی مثالی صورتیں بھی دکھائی گئیں اور بارگاہِ خداوندی سے ان انبیاء پر جیسے جیسے نبوت کا فیضان ہوا اور نیز جس طرح آپ ﷺ پر عالمِ مثال میں بارگاہِ خداوندی کی طرف سے اس نعمت کا فیضان ہوا تھا، اُس کی کیفیت دکھائی۔ بعد ازیں مجھے اولیاء کی مثالی صورتیں اور اُن پر علوم و معارف کا فیضان کس طرح ہوتا ہے؟ دکھایا گیا۔ اس طرح یہ حقائق میرے لیے بالکل واضح ہو گئے اور جو کچھ اس مثالی صورت سے مجھ پر فیضان ہوا تھا، میں نے اُسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا اور اس فیضان سے جو مرادو مقصود تھا، اُسے سمجھ گیا۔''

تدلّیء اعظم کا ظہور اور انوار کی بارش کا مشاہدہ

''فیوض الحرمین'' کے تیرھویں مشاہدے میں ''ملاء اعلیٰ کے قرب کا حصول کیسے ہوتا ہے؟'' کے حوالے سے نہایت لطیف اشارات کیے ہیں۔ نیز ''روزِ محشر دیدارِ الٰہی کیسے حاصل ہوگا؟'' پر بھی ایمان افروز حقائق بیان کیے ہیں اور اہلِ معرفت اس دنیا میں بھی دیدارِ الٰہی سے بہرہ ور ہوتے ہیں جب کہ عوام کو یہ نعمت روزِ محشر ارزانی

ہو گی۔ شاہ صاحب کو اس حقیقت کا مشاہدہ بھی کرایا گیا کہ قرآن کریم کی ہر آیت اور نبی کریم ﷺ کی ہر حدیث اسرار و رموز کا گویا ایک بحرِ موّاج ہے اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر میں ان میں سے کسی ایک کی بھی شرح لکھنے بیٹھوں تو جلدوں کی جلدیں لکھی جائیں لیکن پھر بھی قرآن و حدیث کا حق ادا نہ ہو سکے۔ قرآن و سنت کے اشارات میں بڑے بڑے پوشیدہ اسرار ہیں، جنھیں معلوم کر کے مجھے بے انتہا تعجب ہوا۔ بعد ازیں شاہ صاحب کو تدلّیء اعظم کا بھی مشاہدہ کرایا گیا۔ فرماتے ہیں:

لي عقيب ذلك التدلي الأعظم فرأيته غير متناهي الأرجاء و رأيت نفسي غير متناهية و رأيتني قابلت غير المتناهي بغير المتناهي فابتلعته كله لم أغادر منه مقدار ذرة فرجعت إلي نفسي و تحيرت من عظمها و كبرها وسعته ثم سري عني فإذا أنا ملآن من النور يذر علي من فوقي و من تحتي و عن يميني و عن شمالي بل رأيته ينبع من قلبي و عيني و يدي و سائر جوارحي فكان هذا آخر المشهد''(۲۲)

''اس کے فوراً بعد میرے لیے (اللہ تعالیٰ کی) تدلّیء اعظم ظاہر ہوئی تو میں نے اُسے بے کنار اور غیر متناہی پایا اور اُس وقت میں نے اپنے آپ کو بھی غیر متناہی پایا اور میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ میں غیر متناہی ہوں اور ایک اور غیر متناہی کے مقابل ہوں اور میں اُس غیر متناہی کو نگل گیا ہوں اور میں نے اس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ پھر جب میں نے اپنے نفس کی طرف رجوع کیا تو اس کی عظمت اور کبر و وسعت سے حیرت میں ڈوب گیا۔ پھر جب یہ حالت مجھ سے ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ میں نور سے بھرا ہوا ہوں اور میرے اوپر، نیچے، دائیں اور بائیں، ہر طرف سے نور کی بارش ہو رہی ہے بلکہ میں نے یہاں تک دیکھا کہ میرے دل، آنکھوں، ہاتھوں اور تمام اعضاء و جوارح سے نور کے چشمے ابل رہے ہیں۔ اور یہ کیفیت اس مشاہدے کے آخر میں تھی۔''

اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کے احوال کا مشاہدہ:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مبدائے حیات اور اُس کے معاد کے اسرار کھولے گئے۔ معاد کے اسرار میں سے ایک سرّ، دوزخیوں کو گندھک کے کرتے اور اہلِ جنت کو ریشم و حریر اور دوسرے لباس ہائے فاخرہ پہنانے کے متعلق تھا اور اسی طرح ایک اور بھید دوزخیوں کے چہروں کے سیاہ ہونے اور اہلِ جنت کے چہروں کی تروتازگی و بشاشت

اور اس سے ملتی جلتی جو اور چیزیں ہیں، اُن کے متعلق تھا۔ شاہ صاحب نے اس سلسلے میں دو مقدمے ذکر کیے ہیں پہلے میں یہ حقیقت واضح کی ہے کہ انسان کے نفس اور بدن کے درمیان ایک گہرا ربط ہوتا ہے اور اسی گہرے ربط کا نتیجہ ہے کہ انسان خواب میں اپنے نفس کے غیر مادی اوصاف کو مادی صورت میں متمثل دیکھتا ہے۔ جب کہ دوسرے مقدمے میں یہ امر واضح کیا ہے کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک معنوی حقیقت عالم ناسوت میں ایک چیز کی صورت میں متمثل ہو جاتی ہے اور اس معنوی حقیقت کا عالمِ ناسوت میں متمثل ہونا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کہ یہ عالمِ خیال میں صورت پذیر ہو جائے۔ دو مقدمے بطور تمہید بیان کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''نقول صبغ الكفر علي نفوسهم هو الذي يصير سرابيل من قطران و سواداً في الوجه بسبب تاثير اللعنة الإلهٰية و صبغ الإيمان علي نفوسهم هو الذي يصير سندساً و نضارة في الوجه بسبب عناية الله بهم رأيت ذلك رؤية روحانية''(۲۳)

"ہم کہتے ہیں کہ اہلِ دوزخ کے جہنم میں گندھک کے کپڑے پہننے اور ان کے چہروں کے سیاہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ ان کے کفر کرنے کے سبب وہ لعنتِ الٰہیہ کے سزاوار ٹھہرے اور یہی پھٹکار قیامت کے دن دوزخ میں ان کے چہروں اور جسموں سے عیاں ہوگی۔ اسی طرح جنت میں اہلِ جنت کا ریشم و حریر کے لباسوں میں ملبوس ہونے اور ان کے چہروں پر بشاشت و تازگی چھا جانے کا باعث یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں ایمان لائے اور ان کے ایمان کا رنگ ان کے نفوس پر چڑھ گیا اور اس کی وجہ سے وہ عنایتِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے اور اس عنایت الٰہی کی وجہ سے مرنے کے بعد ان کے ایمان کا یہی رنگ جنت میں ان کے لیے ریشم و کمخواب کے ملبوسات اور چہروں کی بشاشت اور ترو تازگی میں بدل جائے گا۔ اس سب کا مشاہدہ میں نے روحانی خواب میں کیا ہے۔"

اس مشاہدے کے آخر میں شاہ صاحب نے مبدائے حیات کے اسرار کے مشاہدات کا ذکر بھی کیا ہے۔

حسنین کریمین کا شاہ صاحب کو قلم اور چادر عطا فرمانا

شاہ صاحب نے ماہِ صفر کی دس تاریخ کو ۱۱۴۴ھ میں مکہ مکرمہ میں ایک خواب دیکھا جس میں انھیں حضراتِ حسنین کریمین نے قلمِ نبوی اور چادر مبارک عطا کی۔ فرماتے ہیں:

> ''كان الحسن والحسين رضي الله عنهما نزلافي بيتي و بيد الحسن رضي الله عنه قلم انكسر لسانه فبسط إلي يده ليعطيني و قال هذا قلم جدّي رسول الله صلي الله عليه وسلم قال حتي يصلحه الحسين رضي الله عنه فليس ما اصلحه الحسين رضي الله عنه كما لم يصلحه فاخذه الحسين رضي الله عن و أصلحه ثم ناولنيه فسررت به ثم جيء

به برداء مخطط فيه خط أخضر و خط ابيض فوضع بين يديهما فرفعه حسين رضي الله عنه و قال هذا رداء جدّي رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم ثم ألبسني فوضعته علي رأسي تعظيما و حمدت الله تعاليٰ ثم انتبهت"(٢٤)

"میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین میرے گھر میں تشریف لائے ہیں۔ حضرت حسن کے ہاتھ میں قلم ہے، جس کی نب ٹوٹی ہوئی ہے۔ آپ نے میری طرف بڑھایا تاکہ وہ مجھے عطا فرمائیں اور فرمایا کہ یہ میرے نانا رسول اللہ ﷺ کا قلم ہے اس کے بعد آپ نے قدرے توقف کیا اور فرمانے لگے کہ ذرا ٹھہر جاؤ تاکہ حسین اس قلم کو ٹھیک کر دیں کیونکہ اب یہ قلم ویسا نہیں ہے جیسا کہ پہلے تھا جب کہ حسین نے اس کو ٹھیک کیا تھا چنانچہ حضرت حسین نے اُن سے یہ قلم لے لیا اور اُسے درست کر کے مجھے عطا فرمایا مجھے اس سے بے حد خوشی ہوئی اس کے بعد ایک چادر لائی گئی جس میں سبز اور سفید رنگ کی دھاریاں تھیں یہ چادر حضرت حسن اور حضرت حسین کے سامنے رکھی گئی حضرت حسین نے یہ چادر اُٹھائی اور فرمایا کہ یہ میرے نانا رسول اللہ ﷺ کی ہے اس کے بعد آپ نے یہ چادر مجھے اوڑھائی اور میں نے اس (مبارک) چادر کے احترام کے پیش نظر اُسے اوڑھنے کی بجائے اپنے سر پر رکھ لیا اور اس نعمت کے شکرانے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے لگا۔ پھر اس کے بعد اچانک میری آنکھ کھل گئی۔"

بلاشبہ یہ قلم نبوی اور چادرِ نبوی ﷺ کا فیضان تھا کہ جتنا دین کا کام شاہ ولی اللہ نے تن تنہا کر دیا ہے اُتنا بڑے بڑے ادارے بھی نہیں کر سکتے اور تقریباً شاہ صاحب نے ہر موضوع پر قلم اُٹھایا ہے اور حق ادا کر دیا ہے۔

مندرجہ بالا چند مکاشفات و مشاہدات سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ شاہ صاحب بہت بڑے روحانی مقام پر فائز تھے اور قدرت نے ان کا انتخاب کیا تھا۔ تاکہ تجدید و اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا جاسکے۔

د۔ قربِ رسالت اور مشکاۃ نبوت سے استفاضہ

رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان وسیلۂ کبریٰ ہیں اور کائنات کی جملہ نعمتوں کے قاسم بھی آپ ﷺ ہی ہیں: ((انما أنا قاسم والله يعطي))(۲۵) "بلاشبہ (اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا) میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے۔" جملہ صوفیاء و اولیاء بارگاہِ رسالت سے ہی اکتسابِ فیض کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے واسطۂ جلیلہ کے بغیر بارگاہِ الوہیت میں سوال کرنے والے کو شیخ

عبدالقادر جیلانی نے مبتدع قرار دیا ہے(۲۶) اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری کا فرمان "من لم یر ولایة الرسول في جمیع احواله علیه و لم یر نفسه في ملکه لم یذق حلاوة سنة"(۲۷)اور جو شخص اپنے تمام احوال پر رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی تسلیم نہیں کرتا اور اپنے وجود کو رسول اللہ ﷺ کی ملکیت نہیں سمجھتا وہ سنت تو دور کی بات ہے، سنت کی حلاوت سے بھی محروم رہتا ہے۔اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔شاہ ولی اللہ کو یہ قربِ رسالت اپنے والد اور چچااور دیگر اساتذہ کے ذریعے عطا ہوااور پھر آپ اس قربِ مبارک سے اُس وقت کماحقہٗ مستفیض ہوئے جب بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ ذیل میں اس حوالے سے چند مکاشفات و مشاہدات کا ذکر کیا جارہا ہے:

شاہ صاحب کا براہِ راست بارگاہِ نبوی ﷺ سے استفادہ وتربیت

شاہ ولی اللہ نے فیوض الحرمین کے دسویں مشاہدہ میں حقیقتِ محمدیہ ﷺ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ کو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے جوہرِ روح، اپنی طبیعت، اپنی فطرت اور جبلت میں سر تا سر اُس عظیم الشان تدلی کا مظہر بن گئے ہیں، جو کہ تمام نوعِ بشر پر حاوی ہے اور میں نے دیکھا کہ اس حالت میں یہ پہچاننا مشکل ہوگیا ہے کہ ظاہر اور مظہر میں کیا فرق ہے؟اسی تدلّیء اعظم کو صوفیاء "حقیقتِ محمدیہ ﷺ"، "نبی الانبیاء ﷺ" اور "قطب الاقطاب" کا نام دیتے ہیں۔ یہی "حقیقتِ محمدیہ ﷺ" ہی اللہ تعالیٰ کی اس تدلّی کے مظہر بشری کے ظہور سے عبارت ہے۔اور یہ حقیقتِ محمدیہ ﷺ آپ ﷺ کی اصل بعثت میں داخل ہے اور یہ اس لیے ہے تاکہ آپ ﷺ قیامت کے دن تمام بنی نوع انسان کے لیے شاہد (۲۸) بن سکیں نیز روزِ محشر بندوں کی شفاعت کرنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرمانبردار بندوں کی طرف الٰہی لطف و کرم کا ذریعہ بنیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ وصال مبارک کے بعد بھی ہمیشہ خلقت کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور سب کا خیال فرماتے ہیں۔آپ ﷺ اُسی ایک ہی حالت پر قائم ہیں اور اس حالت مبارکہ میں نہ کوئی نیاارادہ مخل ہوسکتا ہے اور نہ کوئی اس میں رخنہ اندازی کرسکتا ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی ضرور ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ خلقت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو آپ ﷺ اُن سے اتنا قریب ہوجاتے ہیں اگر انسان اپنی پوری ہمت سے آپ ﷺ کی بارگاہ میں متوجہ ہو تو آپ ﷺ اُس کی مصیبت میں مدد فرماتے ہیں اور اُس پر اپنی طرف سے خیر و برکت کا فیضان بھی فرماتے ہیں یوں آپ ﷺ کی "شانِ رحمة للعالمینی" کا مسلسل ظہور و اظہار ہو رہا ہے۔(۲۹)

شاہ صاحب بارگاہِ رسالت سے کس طرح مستفید و مستفیض ہوئے؟اس کی ایک جھلک ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

رسول الله صلي الله عليه وسلم بنفسه و رباني بيده فأنا اويسيه و تلميذه بلا واسطة بيني و بينه صلي الله عليه وسلم ذلك أنه أراني صلي الله عليه وسلم روحه المكرّمة فعرفني بها إذ معرفة المفيض قبل الإفاضة فعندي روحه صلي الله عليه وآله وسلم أعرف الأشياء حتي المحسوسات ثم كان أول تسليكه أنه أفاض علي تجلياً من تجليات الحق وهو الذي برّزبرزة مثالية بوجوده صلي الله عليه وآله وسلم فقبلت هذا التجلي بجوهر روحي واستغرقت فيه و فنيت ثم تحققت به و بقيت ثم أفاض ثانيا تجلياً آخر هو أصل هذه البرزة المذكورة وهي نقطة فردة حذو افعال الحق في العالم و أصل تدبيراته فيه فقبلت أيضاً و فنيت فيه و بقيت به ثم افاض ثالثا نقطة الذات مع لون من الجبروت فقبلتها و فنيت و بقيت ثم افاض رابعاً نقطة منعقدة في الروحانيات بها اندراج النهاية في البداية فقبلتها و فنيت و بقيت ثم عرّف خامساً نقطة من احوال النسمة و كيفياتها محاذية لتلك النقطة الروحانية كأنها هي ففطنت ان امكن منها قوي علي التأثير في التلميذ''(۳۰)

''رسول اللہ ﷺ نے بنفسِ نفیس مجھے سلوک کے راستے پر چلایا اور اپنے مبارک ہاتھوں میں میری تربیت فرمائی چنانچہ آپ ﷺ کا اویسی اور براہِ راست شاگرد ہوں اور اس معاملے میں میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ آپ ﷺ نے مجھے اپنی روحِ مکرمہ کے دیدار سے شرف یاب فرمایا اور اُس کی مجھے معرفت بخشی کیونکہ کسبِ فیض کرنے سے پہلے فیض کرنے والے کی ذات کو جاننا ضروری ہے۔ اس ضمن میں مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی روحِ مبارکہ تو محسوسات تک سے بھی خوب واقف ہے۔ اس کے بعد میرے سلوک کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے آپ ﷺ نے مجھ پر تجلیاتِ حق تعالیٰ میں سے ایک تجلی کا فیضان فرمایا اور یہ وہی تجلی تھی جو آپ ﷺ کے وجودِ اقدس کے ساتھ ساتھ مثالی مظہر میں ظہور پذیر ہوئی چنانچہ میں نے اس تجلی کو اپنی روح کے جوہر میں لے لیا اور میں اس میں محو ہو گیا اور مجھے اس میں درجہ فناء حاصل ہوا اور اُس تجلی میں فنا ہونے کے بعد مقامِ بقا سے سرفراز ہوا۔ دوسری بار آپ ﷺ نے مجھ پر ایک اور تجلی کا فیضان فرمایا اور یہ تجلی

مذکورہ بالا مثالی مظہر کا اصل تھی اور اس کی حقیقت گویا ایک نقطۂ فرد کی سی ہے جو اس دنیا میں ذاتِ حق کے جملہ اُمور اور تدبیروں کی اصل ہے میں نے اس تجلی کو بھی پہلی تجلی کی طرح اپنے اندر جذب کر لیا اور میں اس میں فنا ہو گیا اور اس میں فنا ہونے کے بعد میں نے پھر مقامِ بقا حاصل کر لیا۔ آپ ﷺ نے تیسری بار ایک اور تجلی کا مجھ پر فیضان فرمایا اور یہ تجلی نقطۂ ذات سے عبارت تھی جس میں جبروت کے رنگ کی بھی آمیزش تھی میں نے اس تجلی کو بھی جذب کر لیا اور اس میں بھی فنا ہو کر بقا حاصل کر لی۔ آپ ﷺ نے چوتھی بار ایک اور تجلی کا فیضان فرمایا اور یہ فیضان ایک نقطے کا تھا جو روحانیات میں مستقر و انعقاد ہے اور اسی سے "اندراج النھایۃ فی البدایۃ" حاصل ہوتا ہے میں نے اسے بھی قبول کر لیا اور اس میں فنا ہونے کے بعد درجۂ بقا حاصل کر لیا۔ پانچویں بار آپ ﷺ نے نسمہ کے احوال وکیفیات میں سے ایک نقطے کی معرفت عطا کی جو مذکورہ بالا نقطہ کے مقابل ہے اور نسمہ کا یہ نقطہ بالکل نقطۂ روحانیت کی طرف ہے اس ضمن میں مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص نسمہ کے اس نقطے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے وہ اپنے تلامذہ پر طاقتور طریقے سے تاثیر ڈال سکتا ہے۔"

شاہ صاحب اس مشاہدہ کے آخر میں فرماتے ہیں کہ الغرض راہِ سلوک میں میرے لیے صعود و ہبوط کی یہ مہم اس طرح اتمام پذیر ہوئی اور سلوک کا یہی وہ مختصر طریقہ ہے جو جذب کے مناسب اور انبیاء کے حال کے زیادہ مشابہ ہے۔(۳۱) شاہ صاحب کو سلوک کا جو قالب نصیب ہوا، اُس کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''أعطاني الله سبحانه شبحاً من طريقه وفي السلوك بواسطة رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم باشرت اعطاء روحه الكريمة واطلعني علي حقيقة هذا الشيء الذي أعطاني فعرفتها حق معرفتها و عرفت أنه شبح منها لا عينها''(۳۲)

"اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے واسطہ سے سلوک میں اپنے طریق کا ایک قالب مجھے عطا فرمایا۔ چنانچہ میں نے آپ ﷺ کی روحِ اقدس سے براہِ راست استفادہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو چیز مجھے عطا فرمائی تھی اس کی حقیقت سے بھی مجھے مطلع کیا اور میں نے اُس چیز کو، جہاں تک سمجھنے کا حق تھا، سمجھ لیا اور اس ضمن میں مجھے اس کی معرفت بھی عطا فرمائی کہ جو کچھ مجھے عطا ہوا ہے یہ اُس حقیقت کا صرف قالب ہے، یہ خود بنفسہ حقیقت نہیں۔"

شاہ صاحب اور بارگاہِ نبوی ﷺ کا قرب

شاہ صاحب کو بارگاہِ رسالت کا خصوصی قرب اور مقام حاصل تھا اور وقتاً فوقتاً اس قرب مبارک کے فیضان سے بہرہ ور ہوتے رہتے تھے۔ مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ما توجهت قبل قبره عليه الصلوٰة والسلام إلا و رأيته حاضراً ظاهراً إما بأن انفتح بصر روحي فرأيته علي ما هو و إما ان تأثرت نفسي منه تأثرا فكان ذلك الأثر حاكيا عنه فيوماً توجهت إليه و نفسي ملآن من الشوق إلي ظهور حقيقة ما خصصت به من معارف مراتب الجود و استنباط معارف الشرائع من قبل تفتيش حال النفوس فلصقت نفسي بنفسه عليه الصلوٰة والسلام وامتلأت ابتهاجا بتلك العلوم و ثلجا بها و يوماً افيض علي نظر الحق فإنه شيء خصص به النبي صلي الله عليه وآله وسلم من الأنبياء عليهم السلام كما بينا من هيكل التدلي و اختصاصه و انتقاله بانتقاله إلي الناسوت فتوجهت إليه اشد توجه فانطبع لون هذا النظر في نفسي معرفة حينئذٍ نفسي كأنها ينظر إليها الله تبارك و تعالي وأيقنت أن من خواص هذا النظر أن هذا الرجل لايجلس في مكان يذكر فيه ربه إلا تبعته السموت والأرضون لا سيما أجزاء الأرض إلي السفلي وأجزاء الجو إلي السماء السابعة بل العرش و أنه إذا استمكن من الرجل صار قطبا و فطنت عند الإفاضة أنه ليس انطباعا كهيئة الانطباعات بل دخل في جوهر الروح و بدن النفس''(۳۳)

''میں جب بھی آپ ﷺ کی قبر انور کی طرف متوجہ ہوا میں نے آپ ﷺ کو حاضر و ظاہر پایا وہ اس طرح یا تو میری روح کی آنکھ کھل گئی اور میں نے آپ ﷺ کو اُس حالت میں دیکھا جس میں آپ ﷺ جلوہ فرما تھے یا میرا نفس آپ ﷺ سے بے حد متاثر ہوا اور میرا یہ تاثر ہی ذاتِ اقدس کا ترجمان بن گیا۔ چنانچہ ایک دن میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور اس وقت میرے اندر یہ شوق سمایا ہوا تھا کہ انسانی نفوس کے حالات و کیفیات کے مطابق مجھے جو شرعی احکام و قواعد کے معارف کو استنباط کرنے اور جودِ الٰہی کے جو مختلف مراتب ہیں، اُن کے علوم سے بہرہ ور ہونے کی خصوصیت دی گئی ہے۔ خدا کرے کہ میرے سامنے اس خصوصیت کی جو اصل حقیقت ہے، وہ عیاں ہو جائے۔ الغرض میں اس فکر میں تھا کہ میرا نفس ذاتِ اقدس ﷺ سے

ملحق ہو گیا اور اس الصاق و الحاق کی وجہ سے میرے اندر ان علوم و معارف کی خوشی اور ٹھنڈک یکسر سما گئی۔

علاوہ ازیں ایک دن مجھ پر ذاتِ حق کی نظر کا فیضان ہوا اور یہ وہ چیز ہے جو انبیاء میں سے صرف ہمارے ہی نبی ﷺ کو نصیب ہوئی ہے جیسا کہ تدلّیٔ ہیکل کے سلسلے میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ذاتِ حق کی نظر کا یہ فیضان آپ ﷺ کی ذات کے لیے خاص تھا اور جب آپ ﷺ عالمِ ناسوت میں تشریف لائے تو وہ فیضان بھی آپ ﷺ کے ساتھ عالمِ ناسوت میں منتقل ہو گیا۔ الغرض جب مجھ پر ذاتِ حق کی نظر کا یہ فیضان ہوا تو میں بھی پوری توجہ سے اُدھر ملتفت ہوا اس سے اس فیضان کا ایک رنگ میرے اندر جاگزیں ہو گیا اور اُس وقت میں نے اپنے آپ کو یوں محسوس کیا جیسے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میری طرف دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ مجھے یقین ہو گیا کہ ذاتِ حق کی جس نظر کا میں مطمح بنا ہوں اس کی خصوصیت یہ ہے کہ جس شخص پر ذاتِ حق کی اس نظر کا فیضان ہوتا ہے وہ شخص جب کسی جگہ بیٹھ کر اپنے رب کا ذکر کرتا ہے تو تمام کی تمام زمینیں اور سارے کے سارے آسمان اُس کی پیروی کرتے ہیں اور خاص طور پر زمین کے وہ اجزا جو پاتال تک نیچے چلے گئے ہیں اور فضا کے وہ حصے جو ساتویں آسمان بلکہ عرش تک پھیلے ہوئے ہیں اور نیز جب یہ نظرِ حق کسی شخص میں جاگزیں ہو جائے تو وہ قطب بن جاتا ہے مزید برآں میں اس نظر کے فیضان کے وقت اس حقیقت کو بھی جان گیا کہ یہ نظر اور نقوش کی طرح دل کے اندر نقش نہیں ہوتی بلکہ یہ انسان کی روح کے اصل جوہر اور اس کے نفس کی گہرائی میں اپنی جگہ بناتی ہے۔"

بارگاہِ رسالت میں حصولِ فیض کی درخواست اور اس کی قبولیت

شاہ صاحب جب مدینہ طیبہ بارگاہِ خاتم الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم میں حاضر ہوئے تیسرے دن پھر جا کر روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے دونوں اصحاب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو سلام پیش کیا اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں یوں عرض گذار ہوئے:

"ثم قلت یا رسول اللہ صلي اللہ علیه وسلم! أفض علینا مما أفاض اللہ علیك جئناك راغبین في خیرك و أنت رحمة للعالمین فانبسط إلي انبساطاً عظیماً حتي تخیلت کأن عطافة ردائه صلي اللہ علیه وآله وسلم لفتني و غشیني ثم غطّني غطة و تبدي لي وأظهر لي الأسرار و عرفني بنفسه و أمدني إمداد عظیماً إجمالیاً و عرفني کیف استمد به في حوائجي و کیف یرد هو إلي من یصلي علیه صلي اللہ علیه وسلم و کیف ینبسط إلي من الطري في مدحه أو ألح علیه"(٣٤)

”پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے جو فیضان آپ ﷺ پر فرمایا ہے وہ آپ ﷺ ہمارے اوپر بھی فرمائیں۔ ہم خیر و برکت کی اُمید لے کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس تو ”رحمۃ للعالمین“ ہے۔ میں نے اتنا عرض کیا تھا کہ آپ ﷺ حالت انبساط میں میری طرف اس طرح ملتفت ہوئے کہ میں یوں سمجھا کہ مجھے گویا آپ ﷺ نے اپنی چادر میں لے لیا اس کے بعد آپ ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر خوب بھینچا اور میرے سامنے جلوہ فرما ہوئے اور مجھے اسرار و رموز سے آگاہ فرمایا اور اپنی ذاتِ اقدس کی معرفت عطا فرمائی اور مجھے بہت ہی عظیم اجمالی امداد سے بہرہ ور فرمایا اور مجھے اس امر سے بھی آگاہ فرمایا کہ میں اپنی ضرورتوں میں کس طرح آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے استمداد کروں اور آپ ﷺ نے مجھے اُس کیفیت سے بھی آگاہی بخشی کہ آپ ﷺ کس طرح اپنے اوپر درود و سلام بھیجنے والوں کو جواب عنایت فرماتے ہیں اور جو لوگ آپ ﷺ کی مدح و ثنا کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں عجز و الحاح کرتے ہیں، اُن سے آپ ﷺ کس طرح مسرور ہوتے ہیں۔“

شاہ صاحب کو جب مدینہ طیبہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف نصیب ہوا تو روضۂ اقدس کی زیارت کے دوران آپ ﷺ کی روح پر فتوح کو ظاہر اور عیاں دیکھا اور یہ دیدارِ عالم ارواح میں نہیں بلکہ عالم محسوسات سے قریب عالم مثال میں کیا نیز شاہ صاحب کے بقول، جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے بلند و برتر مرتبہ اور قبرِ اقدس کی طرف بار بار توجہ کی تو آپ ﷺ میرے سامنے لطیف در لطیف صورت میں ظہور فرما ہوئے کبھی مجرّد عظمت و جلال کی صورت میں، کبھی جذب و شوق اور انس و انشراح کی صورت میں، کبھی اس طرح کی جاری و ساری صورت میں کہ انھیں (شاہ ولی اللہ) محسوس ہوتا کہ تمام کی تمام فضا آپ ﷺ کی روح مبارکہ سے بھری ہوئی ہے اور آپ ﷺ کی روح مبارکہ اس فضا میں تیز ہوا کی طرح یوں متحرک ہے کہ دیکھنے والا اس میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی موجودگی میں دوسری لطافتوں کو نظر انداز کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے محسوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ بار بار مجھے اپنی وہ صورتِ مبارک دکھا رہے تھے جو کہ دنیوی زندگی مبارک میں تھی اور اس دوران میری تمام تر توجہ آپ ﷺ کی جسمانیت مبارکہ کی بجائے روحانیت متبرکہ کی طرف تھی اس سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ

کی روح مبارکہ جسمانی صورت میں جلوہ گر ہو سکتی ہے چنانچہ اسی حقیقت کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے کہ "بے شک انبیاء کو اوروں کی طرح موت نہیں آتی، وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے اور حج کرتے ہیں اور انھیں وہاں زندگی نصیب ہوتی ہے" اور یہ کہ میں نے جب بھی آپ ﷺ پر سلام بھیجا تو آپ ﷺ نے حالتِ انبساط میں میری طرف توجہ فرمائی، مسرت کا اظہار فرمایا اور مجھ سے خوش ہوئے اور میرے سامنے ظہورِ اجلال فرمایا اور یہ سب (لوگوں کے سامنے آنا، روح پُر فتوح کا فضا میں جاری و ساری ہونا) آپ ﷺ کے "رحمۃ للعالمین" ہونے کی وجہ ہے۔(۳۵)

چھلکتا ہوا جام اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں روحانی سوال

شاہ صاحب نے عرفان و معرفت اور عرفاء کے حوالے سے فیوض الحرمین کے پچیسویں اور چھبیسویں مشاہدے میں نہایت روح پرور اور ایمان افروز اسرار و رموز سے نقاب کشائی کی ہے۔ اس حوالے سے بارگاہِ قدس کے مختلف احوال کے ساتھ ساتھ عارفِ کامل کے احوال پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اس حوالے سے کم و بیش آٹھ علوم، جو عرفان و معرفت اور عارفین کے احوال سے متعلق ہیں، شاہ صاحب کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے عطا ہوئے۔ بارگاہِ قدس کے مختلف احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صدقے سے مجھے چھلکتا ہوا جام نصیب ہوا۔ فرماتے ہیں:

> ''و تطفّلت علي النبي صلي الله عليه وآله وسلم فأعطيت من ذلك كأساً دهاقا و كان من كان والحمد لله رب العالمين''(٣٦)
>
> "میں نے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کا دامن پکڑا گویا کہ میں آپ ﷺ کا طفیلی بن گیا چنانچہ مجھے اس کی برکت سے چھلکتا ہوا جام عطا ہوا۔ اس جام کی کیفیت مت پوچھیں، وہ جو کچھ تھا، تھا اور میں اس نعمت کے حصول پر "الحمد للہ رب العالمین" کہتا ہوں۔"

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حضوری کا مقام حاصل تھا اور وقتاً فوقتاً مختلف سوالات کے جوابات بارگاہِ نبوی ﷺ سے حاصل کر لیتے تھے۔ فرماتے ہیں:

> ''سألته صلي الله عليه وآله وسلم سؤالاً روحانيا كما نبهّنا عليه مراراً عن التسبب و تركه أيهما أحسن لي فنفح إلي نفحته برد منها قلبي عن الأسباب و الأولاد والمنزل ثم كشف لي فشاهدت طبيعتي تركن إلي الأسباب و تستلذ بها و تطلبها و شاهدت روحي تركن إلي التفويض و تستلذّ به و تطلبه و شاهدت أن بينهما مدافعة والمرضي

هو الذهاب إلي مراد الروح نعم لله لطف خفي سيظهر من غير اختيار"(۳۷)

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے روحانی سوال پوچھا جیسا کہ ہم نے آگاہ کر دیا ہے کہ کئی بار آپ ﷺ سے اس قسم کے سوالات دریافت کر چکا ہوں۔ میرا یہ سوال دنیا کے معاملات میں اسباب کو وسیلہ بنانے یا ترک کرنے سے متعلق تھا کہ ان میں میرے لیے زیادہ بہتر کیا ہے ؟(جب میں یہ سوال کر چکا) تو میری طرف خوشبو کی ایک لپٹ آئی جس کی وجہ سے میرا دل، اسباب، اولاد اور گھر وغیرہ بالکل سرد پڑ گیا پھر اس کے بعد یہ منکشف ہوا کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ میری طبیعت اسباب کی طرف مائل ہے اور اسے اسباب سے لذت ملتی ہے اور وہ اسباب کی تلاش و جستجو میں سرگرداں رہتی ہے لیکن میری طبیعت کے برعکس میری روح کا رجحان تفویض و توکل کی طرف ہے اور یہ اسباب کی بجائے توکل و تفویض سے لذت اندوز ہوتی ہے اور اسی کی طالب رہتی ہے۔ نیز میں نے اس امر کا بھی مشاہدہ کیا کہ میری طبیعت اور میری روح کے درمیان ایک کش مکش برپا ہے اور اس سلسلہ میں پسندیدہ امر یہ ہے کہ روح کی مراد و مطلوب کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم پہلے پردۂ خفا میں ہوتا ہے اور پھر خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے۔"

اس سلسلے میں شاہ صاحب کی طرف بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے خوشبو کی دو اور لپٹیں بھی آئیں جن میں انھیں فقہِ حنفی اور سنتِ نبوی ﷺ کے مابین تطبیق کا نبوی حکم اور راہنمائی دی گئی اور یہ وصیت نبوی ملی کہ وہ (شاہ صاحب) انبیاء کے طریقے کو اختیار کریں اور ان کے بارہائے گراں کو اٹھائیں ان کی خلافت کے لیے کوشاں رہیں، لوگوں کو نرمی و شفقت سے تعلیم و ارشاد دیں اور ان کی بہبودی و خیر خواہی کے لیے دُعا گو رہیں اور اللہ تعالیٰ سے وہ چیز مانگنے کا حکم دیا گیا جس میں لوگوں کے لیے ظاہری اور باطنی ہر دو حوالے سے بھلائی ہو۔(۳۸)

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے بارگاہِ نبوی ﷺ سے بعض ایسے اُمور کا استفادہ کرنے کا موقع ملا جو میری طبیعت کے بالکل خلاف تھے اور ان کا حکم مجھے امرِ تعبدی کے طور پر دیا گیا ان میں سے ایک اسباب کی طرف ترکِ التفات سے متعلق ہے دوسرا یہ ہے کہ فقہ کے مذاہبِ اربعہ کا پابند رہوں اور ان کے دائرۂ تقلید سے باہر نہ نکلوں حالانکہ میری طبیعت تقلید سے اباء کرتی تھی اور تیسرا یہ کہ میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق ہر دو حضرات شیخین کو حضرت علی پر فضیلت دوں حالانکہ میری طبع اور رجحان دونوں اس کے برعکس کا تقاضا کر رہے تھے۔ چونکہ میرے اوپر یہ اُمور بطور عبادت کے لیے لازم کیے گئے اس لیے عمل پیرا ہونا لازم ٹھہرا۔ الغرض

میری طبیعت میں ان متناقض اُمور کا ہونا ایک عجیب بات ہے لیکن میری ذات میں جامعیت کی جو شدت ہے، اُسی نے مجھے ان متناقضات میں ڈالا ہے۔(۳۹)

ھ۔ فقہ و تصوف سے متعلق مشاہدات کا مختصر تذکرہ

شاہ صاحب نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ جاننے کی کوشش کی کہ کون سا مذہبِ فقہ آپ ﷺ کو زیادہ پسندیدہ ہے؟ تو اس سلسلے میں انھیں یہ محسوس کرایا گیا کہ آپ ﷺ کے نزدیک سارے کے سارے مذاہبِ فقہ یکساں ہیں اور اسی طرح مذاہبِ فقہ کی طرح تصوف کے تمام سلاسل بھی آپ ﷺ کے نزدیک برابر ہیں۔(۴۰) شروع میں آپ کو فقہِ حنفی اور فقہِ شافعی کے مابین تطبیق کا حکم دیا گیا اور بتایا گیا کہ یہی علومِ ملاء اعلیٰ کے موافق حق ہے۔(۴۱) اس کے بعد مذاہبِ اربعہ کے مابین جمع و تطبیق کا حکم دیا گیا اور اس سلسلے میں مؤطا امام مالک کو راہنما بنانے کی ہدایت کی گئی(۴۲) اور مذاہبِ اربعہ کے مابین اختلاف کے اسباب کو پہچاننے کے لیے شاہ صاحب کو ایک "میزان" بھی عطا کیا گیا(۴۳) شاہ صاحب کو فروع میں اپنی قوم (جو مذہبِ حنفی کی پیروکار تھی) کی مخالفت نہ کرنے کا حکم نبوی ﷺ دیا گیا۔ نیز فقہِ حنفی اور سنتِ نبوی ﷺ کے مابین تطبیق کا طریق بھی بتایا گیا اور اگر یہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے تو کبریتِ احمر اور اکسیرِ اعظم ثابت ہوگا۔(۴۴) شاہ صاحب کو اس امر کا مشاہدہ بھی کرایا گیا کہ معنیٔ دقیق کے اعتبار سے فقہِ حنفی کو دوسرے مذاہبِ فقہ پر افضلیت حاصل ہے نیز فقہِ حنفی میں یہ ایک عمیق راز ہے جس کے بارے میں شاہ صاحب کہتے ہیں کہ میں اس عمیق راز کو برابر غور سے دیکھتا رہا۔(۴۵) شاہ صاحب کو فقہِ حنفی کے متعلق ایک طریقِ انیق سے بھی بارگاہِ نبوی ﷺ سے آگاہی بخشی گئی کہ فقہِ حنفی کے ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم اللہ) کے اقوال میں سے وہ قول لیا جائے تو جو مسئلہ زیرِ بحث میں مشہور احادیث کے قریب ہو اور پھر اُن فقہائے احناف کے فتاویٰ کی پیروی کی جائے جو علمائے حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔(۴۶)

خلاصہ بحث:

مندرجہ بالا تفصیل سے مندرجہ ذیل اُمور اظہر من الشمس ہو جاتے ہیں کہ:

۱۔ شاہ صاحب ایک فقیہ، محدث، مفسر اور متکلم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک وسیع العلم صوفیِ کامل تھے۔
۲۔ شاہ صاحب کو قطبیت، مجددیت، وصایت اور اویسیت اور قائم الزمان ہونے جیسے انعاماتِ عظیمہ سے سرفراز کیا گیا۔
۳۔ شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے مکاشفات و مشاہدات کی عظیم نعمت سے مالا مال کیا تھا خصوصی طور پر جب آپ

حرمین شریفین حاضر ہوئے۔

۴۔ شاہ صاحب کو بارگاہِ رسالت کا خصوصی قرب حاصل تھا اور کسی امر میں بھی متردد ہوتے تو بارگاہِ رسالت میں عرض کرکے تشفی حاصل کرتے۔ نیز آپ کی تصوف و سلوک کی تربیت خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔

۵۔ شاہ صاحب نے جو درخواست بھی بارگاہِ الٰہی اور بارگاہِ نبوی ﷺ میں پیش کی اُسے شرفِ قبولیت عطا کیا گیا اس سے آپ کے مستجاب الدعوات ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔

۶۔ مذاہبِ اربعہ بالعموم اور فقہِ حنفی و فقہِ شافعی کے مابین بالخصوص تطبیق کا حکم بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے ملا۔

۷۔ شاہ صاحب مجتہد منتسب الی المذہب الحنفی تھے۔

۸۔ شاہ صاحب کو خلعتِ فاتحیت سے سرفراز کیا گیا اور آپ کے ذریعے اُمتِ مسلمہ کے منتشر اجزاء کی شیرازہ بندی کی بشارت دی گئی۔

۹۔ شاہ صاحب نے نہ صرف تصوف اور سلاسلِ تصوف کا دفاع کیا بلکہ اصلاح کے لیے نقد بھی کیا ہے۔

۱۰۔ شاہ صاحب سے قدرت نے وہ کارنامے سرانجام دلوائے جو بڑے بڑے ادارے بھی نہیں دے سکتے۔ آپ کے نام پر بننے والے ادارے اور اکیڈیمیاں اس حقیقت پر شاہدِ عادل ہیں۔ تلک عشرۃ کاملۃ

حوالہ جات و حواشی

(۱) الرازی، فخر الدین محمد بن عمر (م ۶۰۴ھ)، مفاتیح الغیب ، دار الفکر بیروت، ج۵، ص ۲۰۳

(۲) ملا علی قاری، علی بن سلطان محمد، م ۱۰۱۴ھ، شرح عین العلم و زین الحلم، مکتبہ الثقافۃ الدینیۃ، القاھرہ، ، ج۱، ص ۳۳

(۳) بخاری، محمد بن اسماعیل، م ۲۵۶ھ، الجامع الصحیح، دار الفکر، بیروت، کتاب الرقاق، باب التواضع،

(۴) شاہ ولی اللہ، مکتوبات، لاہور: المکتبۃ السّلفیہ، ۱۹۹۹ء ص ۱۱۷-۱۱۶

(۵) ایضاً، ص ۱۱۹-۱۱۸۔

(۶) شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین مع سعادت دارین (چھتیسواں مشاہدہ)، حیدرآباد: شاہ ولی اللہ اکیڈمی، ط- ا، (۲۰۰۷ء)، ص ۸۱۔

(۷) ایضاً، (دسواں مشاہدہ)، ص ۴۰، ۳۹۔

(۸) ذاتِ حق کا پہلا مرتبہ ذاتِ بحت کا ہے اسی مرتبے میں ذاتِ حق ہر اسم و رسم اور نعت و وصف سے منزہ ہے، اس کا نام عالم لاہوت ہے، جب اُس ذات نے اسم و رسم اور نعت و وصف پایا تو اس کا نام وحدت ہوا۔ اس کو عالم جبروت کہتے ہیں اور صوفیا نے اسی عالم کو حقیقتِ محمدیہ ﷺ کا نام دیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے فیوض الحرمین کے مشاہدہ نمبر ۱۰، مشاہدہ نمبر ۱۵، مشاہدہ نمبر ۳۰، مشاہدہ نمبر ۴۵ کا مطالعہ مفید ہوگا۔ (مقالہ نگار)

(۹) فیوض الحرمین مع سعادت دارین (چونتیسواں مشاہدہ)، ص ۸۱، ۸۰۔

(۱۰) صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ۔

(۱۱) الترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب عمر رضی اللہ۔

(۱۲) فیوض الحرمین (انتالیسواں مشاہدہ)، ص ۹۸۔

(۱۳) فیوض الحرمین (چوالیسواں مشاہدہ)، ص ۱۱۱۔

(۱۴) ایضاً، (چوالیسواں مشاہدہ)، ص ۱۱۱۔

(۱۵) ایضاً، (اکتیسواں مشاہدہ)، ص ۷۷۔

(۱۶) حضرت اویس قرنی کے بارے میں مشہور ہے کہ زمانہ نبوت میں ہونے کے باوجود آپ ﷺ سے نہ مل سکے اور اس کے باوجود آپ ﷺ کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوئے، وہ لوگ جو کسی شیخ سے ملے بغیر اس طرح فیض حاصل کریں، وہ اویسی کہلاتے ہیں۔ (مقالہ نگار)

(۱۷) فیوض الحرمین، (سترہواں مشاہدہ)، ص ۵۵۔

(۱۸) فیوض الحرمین، (آٹھواں مشاہدہ)، ص ۳۳۔

(۱۹) فیوض الحرمین (آٹھواں مشاہدہ)، ص ۳۴، ۳۳۔

(۲۰) تفصیل کے لیے فیوض الحرمین کے آٹھواں مشاہدہ (ص ۳۴-۳۱) کا مکمل مطالعہ کیجیے۔ (مقالہ نگار)

(۲۱) ایضاً، (گیارہواں مشاہدہ)، ص ۴۲۔

(۲۲) فیوض الحرمین (تیرہواں مشاہدہ)، ص ۵۳، ۵۲۔

(۲۳) فیوض الحرمین (بیالیسواں مشاہدہ)، ص ۱۰۷۔

(۲۴) فیوض الحرمین (چھٹا مشاہدہ)، ص ۲۷۔

(۲۵) صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من جعل لاهل العلم-

(۲۶) الشعرانی، عبدالوہاب، المنن الکبریٰ، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ط-۲ (۱۴۲۰ھ) ص ۱۷۲۔

(۲۷) السلمی، ابو عبدالرحمٰن محمد بن حسین، تفسیر السلمي، بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ذکر ما قیل فی سورۃ الاحزاب، (س ن) ۱۴۱/۲۔

(۲۸) یہ اشارہ ہے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیاتِ مبارکہ کی طرف (i) (اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۝۴۵) (سورۃ الاحزاب (۳۳): ۴۵) (ii) (فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا (سورۃ النساء (۴): ۴۱)

(۲۹) فیوض الحرمین (دسواں مشاہدہ)، ص ۳۷-۳۵۔ (ملخصاً)

(۳۰) ایضاً، (سترہواں مشاہدہ)، ص ۵۶-۵۵۔

(۳۱) ایضاً (سترہواں مشاہدہ)، ص ۵۶۔

(۳۲) ایضاً، (اٹھارہواں مشاہدہ)، ص ۵۶۔

(۳۳) ایضاً (بارہواں مشاہدہ)، ص ۵۱، ۵۰۔

(۳۴) ایضاً (دسواں مشاہدہ)، ص ۳۶-۳۵۔

(۳۵) ایضاً (نواں مشاہدہ)، ص ۳۵، ۳۴۔

(۳۶) ایضاً، (پچیسواں مشاہدہ)، ص۶۷۔

(۳۷) ایضاً، (اکتیسواں مشاہدہ)، ص۷۷۔

(۳۸) ایضاً، (اکتیسواں مشاہدہ)، ص۷۸-۷۷۔

(۳۹) ایضاً، (تینتیسواں مشاہدہ)، ص۸۰-۷۹۔ (ملخصاً)

(۴۰) ایضاً، (دسواں مشاہدہ)، ص۴۲-۳۵۔ (ملخصاً)

(۴۱) شاہ ولی اللہ، التفہیمات الالٰھیة، مدینہ برقی پریس بجنور، ڈابھیل: مجلس علمی (۱۹۳۶ء) ۱/۳۱۲۔

(۴۲) شاہ ولی اللہ، مصفي شرح المؤطاء، کراچی: محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، (س ن) ۱/۳۔

(۴۳) شاہ ولی اللہ، حجة الله البالغة، کراچی، قدیمی کتب خانہ، (س ن)، ۱/۴۶۲۔

(۴۴) فیوض الحرمین (اکتیسواں مشاہدہ)، ص۷۸-۷۶۔ (ملخصاً)

(۴۵) ایضاً، (چھیالیسواں مشاہدہ)، ص۱۳۰،۱۲۹۔ (ملخصاً)

(۴۶) ایضاً، (انیسواں مشاہدہ)، ص۶۰-۵۹۔ (ملخصاً)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆